ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کاشف محمود، ایم فل اسکالر رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس

ڈاکٹر غلام شبیر اسد، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، جھنگ

نذیر قیصر کی غزل میں فطرت نگاری

Nature Representation the Ghazals of Nazir Qaiser

Kashif Mehmood, MPhil Scholar Riphah International University Faisalabad Campus

Dr Ghulam Shabir, Asad, Assistant Professor, Government Graduate College, Jhang

ABSTRACT

This paper examines the concept and tradition of Naturalism (Fitrat Nigari) in literature with special reference to Urdu poetry, tracing its theoretical roots in nineteenth-century French fiction and its subsequent development in South Asian literary thought. It discusses how naturalism emphasizes objective representation, freedom of subject matter, and truthful depiction of both external nature and human instincts, rejecting artificiality and excessive idealization. The study also highlights the reinterpretation of natural poetry by Sir Syed Ahmad Khan and Altaf Hussain Hali, who associated "natural poetry" with simplicity, realism, and harmony between subject and expression. Furthermore, the paper analyzes the evolution of nature imagery from classical to modern Urdu ghazal, showing how symbolic elements such as rivers, trees, wind, moon, and seasons acquired new philosophical, emotional, and socio-political meanings in modern poetry. Special emphasis is laid on the poetry of Nazir Qaiser, who emerges as a distinctive contemporary voice of nature-centered aesthetics. His poetry integrates natural landscapes with human emotions, spirituality, and ecological consciousness, transforming natural imagery into a medium of romantic sensitivity, metaphysical reflection, and ethical awareness. Through textual analysis of selected verses, the paper argues that Nazir Qaiser's poetic vision represents a modern continuation of the naturalistic tradition in Urdu literature, where nature is not merely a background but an active, symbolic, and spiritual presence shaping human perception and experience.

Keywords: Naturalism, Modern Ghazal, Imagery, Romanticism, Nazir Qaiser

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ملخص

یہ مقالہ ادب میں فطرت نگاری کے تصور اور روایت کا جائزہ لیتا ہے، بالخصوص اردو شاعری کے حوالے سے، اور اس کے نظریاتی سرچشموں کو انیسویں صدی کے فرانسیسی افسانے سے جوڑتے ہوئے جنوبی ایشیا کے ادبی فکر میں اس کی ترقی کا سراغ لگاتا ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ فطرت نگاری معروضی حقیقت نگاری، موضوع کی آزادی، اور خارجی فطرت کے ساتھ ساتھ انسانی جبلّتوں کی سچّی تصویر کشی پر زور دیتی ہے، اور تصنّع، بناوٹ اور حد سے بڑھی ہوئی مثالیّت کو رد کرتی ہے۔ مطالعے میں سر سید احمد خان اور الطاف حسین حالی کی جانب سے فطرتی شاعری کی نئی تعبیر کو بھی نمایاں کیا گیا ہے، جہاں فطری شاعری کو سادگی، حقیقت پسندی، اور موضوع و اسلوب کے باہمی توازن سے وابستہ کیا گیا۔ مزید بر آں، مقالہ کلاسیکی سے جدید اردو غزل تک فطری مناظر کے ارتقا کا تجزیہ کرتا ہے اور یہ دکھاتا ہے کہ دریا، درخت، ہوا، چاند اور موسم جیسے علامتی عناصر نے جدید شاعری میں نئے فلسفیانہ، جذباتی اور سماجی و سیاسی معانی اختیار کیے۔ خصوصی توجہ نذیر قیصر کی شاعری پر دی گئی ہے، جو فطرت مرکز جمالیات کے ایک منفرد معاصر شاعر کے طور پر ابھرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں قدرتی مناظر انسانی جذبات، روحانیت اور ماحولیاتی شعور کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں، اور یوں فطرتی علامتیں رومانوی حساسیت، مابعد الطبیعیاتی تفکر اور اخلاقی آگہی کا وسیلہ بن جاتی ہیں۔ منتخب اشعار کے متنی تجزیے کے ذریعے یہ مقالہ استدلال کرتا ہے کہ نذیر قیصر کا شعری وژن اردو ادب میں فطرت نگاری کی روایت کا ایک جدید تسلسل ہے، جہاں فطرت محض پس منظر نہیں بلکہ ایک فعّال، علامتی اور روحانی موجودگی ہے جو انسانی ادراک اور تجربے کو تشکیل دیتی ہے۔

کلیدی الفاظ: فطرت نگاری، جدید غزل، پیکر تراشی، رومانویت، نذیر قیصر

انیسویں صدی کے فرانس میں ناول نگاری کے فن میں فطرت نگاری کے رجحان نے زور پکڑا۔ فطرت نگاروں نے انسانی فطرت کی جزئیات کی ترجمانی مکمل آزادی اور معروضی انداز سے کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔ ہر طرح کے موضوعات حتیٰ کہ جنسی آزادہ روی کو بھی شامل ادب کرنے کو مسلک بنایا۔ فطرت جیسے کہ وہ ہے اس طرح ادب کا حصہ بننی چاہیے۔ اس پر تہذیب و ثقافت کا ملمع "Nature" کے خلاف ہے۔ فطرت نگاری کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ جس میں کائنات کی تمام اشیا شامل ہو سکتی ہیں۔ فطرت نگاری جس میں مناظر فطرت جیسے عناصر شامل ہیں۔ ان کی عکاسی شاعری اور نثر کے ذریعے کی

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

جاسکتی ہے۔ اردو ادب میں جہاں مختلف شعرا کرام نے فطرت کو بہت خوب صورتی اس کے مختلف پہلوؤں اور انسانی جذبات کے ساتھ اس کے تعلق کو بیان کیا ہے۔ ان میں درختوں، پھولوں، پرندوں اور دریاؤں کا ذکر ملتا ہے کیوں کہ فطرت نگاری کی بنیاد یہی چیزیں ہیں جو ہماری کائنات میں ان گنت پائی جاتی ہیں اور جن کا ادراک کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ اردو میں اس کی روایت کلاسیکی عہد سے لے کر مابعد جدید دور کے شعرا کے یہاں مختلف قرینوں سے ملتی ہے۔ اردو شاعری بالخصوص غزل جیسی مقبول صنف سخن میں اس کی روایت کلاسیکی عہد کے شعرا کے یہاں اس کے بڑے نمونے خوب صورت پیرائے ہیں اور ایسے ہی خوب صورت معنوں میں ملتے ہیں۔ فطرت نگاری ایک خصوصی فن ہے جس میں شاعر یا نثر نگار فطرت کی خوب صورتیوں رنگ و بو اور حسن کو الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ اس فن میں فطرت کی تمام خصوصیات کو شاعری یا نثر کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کو واقعیت کی خوب صورتی کا احساس ہو۔ اس طریقے سے شاعر یا نثر کار فطرت کی حقیقت پسند، خوبصورت اور معنوی پہلوؤں کو اپنی تصویری زبان میں بیان کرتے ہیں۔ فطرت نگاری کی روایت ایک قدیم ترین ادبی روایت بھی ہے جو کہ انسانی تاریخ میں موجود ہے۔ یہ ایک ادبی اصطلاح ہے جس میں طبیعت، جانوروں، پھولوں، مناظر اور موسموں کی خوبصورتیوں کو شاعرانہ انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ فطرت نگاری کے شاعر اپنی شاعری میں عام زندگی کے جمالیات، محبت اور حالات کو شامل کرتے ہیں۔ اس روایت میں عام زندگی کے معاملات کو خوبصورتی سے پیش کیا جاتا ہے اور طبیعت کی تبدیلیوں کو بھی ایک خصوصی جگہ دی جاتی ہے۔ اسی طرح فطرت نگاری کی روایت انسانی جذبات کو بھی ایک خوبصورت اور موجودہ زندگی کی حقیقت کے زیر اعتبار پیش کرتی ہے۔ اس کو عموماً شاعرانہ احساسات، خوبصورتی، جذبات اور زندگی کی حقیقتوں کا عکاس کہا جاتا ہے۔ یہ ایک انسانیت کی حقیقت کو ایک خوبصورت اور عمیق طریقے سے بیان کرنے کا انداز ہے۔ فطرت نگاری کے شاعر عموماً قدرتی خوبصورتیوں کو بیان کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ فطرت نگاری میں وہ ساری شاعری ہوتی ہے جس میں مظاہر فطرت کی وضاحت کی گئی ہو۔ جیسے کہ مظاہر فطرت میں ہوا، ندی، دریا، چاند، سمندر، درخت، پھول، کلیاں وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب میں مظاہر فطرت کو واضح کیا گیا ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

فطرت نگاری کا اطلاق اس شاعری پر ہوتا ہے جس میں مناظر قدرت کو بیان کیا گیا ہو۔ نیچرل شاعری کا مفہوم دور حاضر میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے مگر ابتداً اس اصطلاح کا استعمال سر سید احمد خان کے عہد میں اور طرح کا تھا۔ سر سید ۲۹ اکتوبر ۱۸۷۴ء کو ایک خط لکھتے ہیں جو کہ مولوی محمد حسین آزاد کے نام ہوتا ہے۔ اس خط میں سر سید لاہور کی مجلس مشاعرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جس میں وہ فطرتی شاعری کے نظریات کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

> "میری نہایت قدیم تمنا اس مجلس مشاعرہ سے بر آئی ہے۔ میں مدت سے چاہتا تھا کہ ہمارے شعرا نیچر کے حالات کے بیان پر متوجہ ہوں۔۔۔ ضرور ہے کہ انگریزی شاعروں کے خیالات لے کر اردو زبان میں ادا کیے جائیں۔ یہ کام ایسا مشکل ہے کہ کوئی تو کر دے۔ ابھی تک ہم میں خیالات نیچر کے ہیں ہی نہیں ہم کیا بیان کر سکتے ہیں"[۱]

سر سید کے ہاں فطری شاعری یہ ہے کہ جو خیالی یعنی کہ تصنع اور بناوٹ کے بجائے حقیقت پر مبنی ہو اور ان کے سامنے انگریزی نظموں کے نمونے تھے۔ مولانا حالی بھی فطرت نگاری کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

> "نیچرل شاعری سے وہ شاعری مراد ہے جو لفظاً و معناً دونوں حیثیتوں سے نیچر یعنی فطرت یا عادت کے موافق ہو"[۲]

عام حالتوں میں فطرت کو دو پہلوؤں میں لیا جاتا ہے۔

1. مظاہر فطرت   2. انسانی طبیعت

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

فطرت نگاری میں دراصل ہماری ذات سے باہر جتنی بھی کائنات میں موجود چیزیں ہوں گی ان کو ہم خارجی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً چاند، ندی، ستارے، پھول، باغ، کلیاں، ہوا، سمندر، دریا، چرند پرند جو کہ مظاہر قدرت کا حصہ ہے۔ فطرت و منظر نگاری کے مفہوم کو مولوی سید امام امداد اثر نے بھی واضح کیا ہے۔ امام امداد اثر لکھتے ہیں:

> "شاعری دو قسم پر تقسیم پاتی ہے یعنی شاعری متعلق عالم خارج جسے زبان انگریزی میں Object اور شاعری متعلق بہ عالم ذہن جسے انگریزی Subject کہتے ہیں۔ اول قسم کی شاعری جس کا نام راقم خارجی رکھتا ہے۔ ایسے بیانات پر مشتمل ہے جن سے عالم فی الخارج کے معاملات پیش نظر ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی شاعری میں اکثر بیانات، رزم، بزم، چمن، گلزار، سبزہ زار، لالہ، چشمے، ہوا، برف، شفق، سحر، شام، روز، شب، شمس، قمر، سیارے، نوابت، قطب، بروج اور دیگر خارجی اشیا کے متعلق ہوتے ہیں"[۳]

نذیر قیصر ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء کو ہوشیار پور تحصیل گڑھ شنکر انڈیا میں پیدا ہوئے۔ پیدائش سے چند دن بعد ہی ان کی والدہ نذیر قیصر کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملیں۔ ان کے والد کا تعلق جالندھر سے تھا جن کا نام عزیز قیصر تھا۔ اقوام متحدہ کے امن فوج میں کام کرتے تھے۔ اس عرصہ کے دوران میں عالمی جنگ کے باعث پوری دنیا میں حالات دن بدن تبدیل ہو رہے تھے۔ اقوام عالم میں آزادی و خود مختاری کا جذبہ شدت اختیار کر رہا تھا۔ برصغیر پاک و ہند کے حالات بھی اس سے مختلف نہ تھے۔ یہ دور شدید بحران وافراتفری کا تھا۔ نذیر قیصر کے والد عزیز قیصر پر ان کی بیوی کی وفات کے بعد رشتہ داروں نے دوسری شادی کے لیے شدید دباؤ ڈالا مگر انھوں نے نا صرف شادی سے انکار کیا بلکہ اپنی اکلوتی اولاد (نذیر قیصر) کی پرورش کی ذمہ داری خود ہی اٹھانے کا فیصلہ کیا۔[۴] نذیر قیصر کا مزاج دوسرے شعرا کرام سے بالکل مختلف ہے ایسا لگتا ہے وہ اس دنیا کے انسان میں بھی نہیں ان کا انداز بیان جس میں فطرت واضح جھلکتی نظر آتی ہے۔ جس طرح جس انداز میں انھوں نے فطرت کے مظاہر سے استفادہ کیا ہے کسی اور شاعر کے بس کی بات نہیں وہ فطرت کے حسین مظاہر خود چل کر محسوس کرتے ہیں ان کو دیکھتے ہیں چاہے وہ صبح کی ہوا، دریا ہو، ندی ہو، درخت ہو، بارش ہو، چڑیاں ہوں پھر اس کے بعد قلم اٹھا کر ان سب کو لفظوں میں قید کر دیتے ہیں۔ فطرت فطرت نگاری کے حوالے سے ان کا کلام کسی شاہکار سے کم نہیں۔ قدرت

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کے حسن کو جس طرح انھوں نے واضح کیا ہے کسی دوسرے شاعر نے نہیں کیا۔ ان کی جتنی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں فطرت نگاری کی عکاسی کرتی نظر آتی ہیں۔ جیم فے غوری نذیر قیصر کے بارے کچھ یوں لکھتے ہیں:

> "نذیر قیصر صاحب ہمارے عہد کے وہ خوبصورت شاعر ہیں جنھوں نے ہمیں انسانوں سے پیار کا درس دیا۔ یہی نہیں بلکہ انھوں نے ہمیں پرندوں سے محبت کرنا سکھایا۔ درختوں سے باتیں کرنی سکھائیں۔ وہ ہمیں اخ سے سوال پیچھے بھی لے جاتے ہیں اور مستقبل کے سہانے خواب بھی دکھاتے ہیں یہاں تک کہ حال میں رہ کر جینے کا حوصلہ بھی دیتے ہیں ان کی شاعری میں غیر معمولی شدت کا جو احساس ہے پڑھنے والا خود کو اسی قالب میں ڈھال کر اس درد کو اس محبت کو اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے اور یہ صلاحیت ہمارے عہد کے دور میں کسی اور شاعر میں نہیں۔ ان کی شاعری زمان و مکان کی پابند نہیں ہے۔ وہ ایک فطری بہادر اور نڈر شاعر ہونے کے ساتھ بہت اچھے انسان بھی ہیں۔ ان کی شاعری ہمارے لیے جلتی تپتی دھوپ میں ایک ٹھنڈے ہوا کے جھونکے کی مانند ہے"(۵)

نذیر قیصر کے ہاں دیگر عصری شعرا کی نسبتاً فطرت نگاری کے عناصر زیادہ نمایاں اور پرکشش انداز میں ملتے ہیں۔ اسے نذیر قیصر کا ذاتی یا فطری شعور کہیں بھی فطرت سے جدا نظر نہیں آتے۔ وہ بڑی ہنر مندی اور دلی ذوق سے فطری عناصر کا بیان اپنی غزلوں میں جابجا کرتے ہیں۔ یہ ان کے کلام کا بڑا اوصف ہے کہ وہ فطرت سے اس قدر جڑے ہوئے ہیں جس کی مثال عصر حاضر کے شعرا میں بہت کم نظر آتی ہے۔ ان کی غزلیات کا مجموعی طور پر جائزہ لیں تو جابجا فطرت نگاری پر اشعار پڑھنے کو ملتے ہیں۔ جو ان کا کمال فن ہے۔ نذیر قیصر جدید عہد میں فطرت نگاری کے بڑے علمبردار ہیں۔ مناظر فطرت کے حوالے سے اپنے مثال آپ ہیں۔ جو کہ اپنے فکر و فن دونوں میں انفرادیت رکھتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی کتاب "آنکھ چہرہ ہاتھ" کا فکری حوالے سے جائزہ لیا جائے تو ایسے لگتا ہے کہ شاید سارے کا سارا قدرت کے مظاہر فطرت میں غرق نظر آتا ہے۔ ان کا احساس ان کے مجموعہ کلام میں نمایاں نظر آتا ہے۔ نذیر قیصر کی فطرت نگاری اور ان کے فکری کے حوالے سے ڈاکٹر عظمی سلیم اپنے مضمون "نذیر قیصر کا جہان فطرت" میں کچھ یوں لکھتی ہیں:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"نذیر قیصر کا کمال یہ ہے کہ رومانوی شاعری کو مظاہرِ فطرت سے اس طرح جوڑ دیتا ہے کہ پہلی بار ان کے کلام کا مطالعہ کرنے پر بھی پڑھنے والے بخوبی جان سکتے ہیں کہ عشق پر ہر موسم ہر وقت ہر علاقے ہر کیفیت کا نام ہے"[۶]

؎ زمین ہے خاک و ہوا کا دیار کس کے لیے کھینچا ہوا ہے فلک کا حصار کس کے لیے[۷]

زمین اور فلک یعنی آسمان انسان کی عظمت اور کمال کی عکاسی کرتا ہے۔ زمین ہماری معیشت کا ذریعہ ہے۔ جہاں ہم رہتے ہیں اور کام کرتے ہیں اور آسمان جو ہمارے پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ ان دونوں کے حسن و جمال ان کی خوبصورتی کو بیان کرتے ہیں۔ اس شعر میں مناظر فطرت کی بہت عمدہ مثال دی گئی ہے۔ زمین اور آسمان جو فطرت میں قدرت کا حسن ان مظاہر میں پوشیدہ ہے دراصل وہ اس حسن کو دوسروں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ زمین جو خاک اور ہوا کا ذریعہ ہے۔ اس کی عظمت اور حسن کو بیان کرتا ہے۔ دیار یعنی کہ گھر یا مقام یہ مقام دراصل کس کے لیے ہے اور یہ آسمان کا اظہار جو کہ ہمارے اوپر چھایا ہوا ہے۔ یہ کس کے لیے ہے دراصل یہ قدرت کے حسن میں اضافے کا باعث ہیں جو کہ قدرت کے حسن میں جابجا اضافہ کرتے نظر آتے ہیں۔

؎ ہوا اور رنگ کی لہروں پہ تیرنے والے کبھی زمین کے زمینوں میں بھی اتر کے دیکھ[۸]

اس شعر میں ہوا رنگ کی مثال دی گئی ہے جو کہ ہماری زندگی کی عارضی ہونے کی یاد دلاتی ہے جیسے ہوا اور رنگ کی لہریں زمین میں دفن ہو جاتی ہیں۔ بالآخر ہم نے بھی اس جہاں کو چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ انسان زمین پر خدا باری تعالی کا نائب بنا کر بھیجا گیا ہے لیکن وہ زمین پر خود کو خدا سمجھ بیٹھا ہے۔ آخر کار ایک دن اس سب کا حساب روز محشر ہمیں دینا پڑے گا کیونکہ یہ جہان تو قدرت نے عارضی بنایا ہے۔ قدرت کے حسن و جمال کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ اس شعر میں زندگی کے نشیب و

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

فراز کی طرف اشارہ ہے جیسے ہوا کی لہریں اپنی راہ پر چلتی ہیں اور رنگ کی جھلکیاں زندگی کی رنگ برنگی کو ظاہر کرتی ہیں۔ قدرت کی خوبصورتی اسی میں ایک راز کی طرح پوشیدہ ہے۔ ہم اس پر کبھی بھی پورا اثر نہیں رکھتے وہ جب چاہیں چھین لے۔

ے کچھ پوچھتی ہیں پیڑوں کی سبز ٹہنیاں کچھ کہہ رہے ہیں راہ میں پتے گرے ہوئے (۹)

پیڑوں کی سبز ٹہنیاں اور راہ میں پتے گرے ہوئے اشجار ایک طرف ہیں۔ جو زندگی کے مختلف مراحل کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس شعر میں زندگی کی تبدیلیاں ناامیدی کو بیان کیا ہے۔ اس شعر میں حقیقت کی طرف اشارہ کرکے قدرت کے حسن کو دوبالا کیا گیا ہے۔ اس کائنات میں موجود جتنے بھی مظاہرے فطرت ہیں قدرت کے مرہون منت ہیں۔ پیڑوں کی سرسبز ٹہنیاں جو کہ بہار کی علامت ہیں۔ پتے جو کہ گرے پڑے ہیں وہ اپنی کہانی بتا رہے ہیں کہ کب بہار آئے گی اور کب ہم اپنی زندگی دوبارہ سے شروع کریں گے۔ وہ اپنا درد سنا رہے ہیں کہ ہم ٹہنیوں سے جدا ہو گئے ہیں۔ بالکل اپنے عروج سے زوال کی طرف لیکن اب پھر ہم عروج دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس شعر میں دراصل شاعر پیڑوں کا دکھ قدرتی حسن کو بیان کرتا ہے کہ کس طرح ان کا حسن اپنے عروج سے ہو کر پستی کی طرف آیا ہے۔ نذیر قیصر کی غزلیں تو مناظر قدرت کی جمال سے بھرپور ہیں اور دوسری جانب ان کے اظہار میں خیال کی تشبیہ میں ڈالنے کا ہنر ہے یا جیسے ہم تنقید کی زبان میں امیجری کہتے ہیں۔ اس عہد میں امیجری میں ان سے قبل ناصر کاظمی، مشتاق احمد کا نام لیا جاتا ہے۔ غزل کی جمالیات کے اس رخ نے نذیر قیصر کو اہمیت مقبول بخشی ہے۔ تاہم نذیر قیصر کو عوامی شہرت اس کی دو غزلوں سے اس طرح ملی کہ ان کی غزلوں کو گلوکاروں نے گایا تھا اور گلوکاروں کی خوبصورتی ادائیگی ان غزلوں کی شہرت کا سبب بنی اور اس طرح نذیر قیصر کی شہرت کا سبب بنی تھی۔ یہ ایک شاعر کے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ اس کا قاری اسے پڑھنا ہی نہیں چاہتا بلکہ اس کے کلام کے ترنم کو بھی سننا چاہتا ہے۔ ان غزلوں کے مطلع یوں تھے:

ے تمہارے شہر کا موسم بہت سہانا لگے میں ایک شام چرا لوں اگر برا نہ لگے (۱۰)

ے دیواروں سے بارش کرنا اچھا لگتا ہے ہم اگر ہو جائیں گے ایسا لگتا ہے (۱۱)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

درج بالا غزلیات کے اشعار میں جن کی وجہ سے ان کی شہرت ہوئی۔ ہمارے عہد کے بڑے شعرائے کرام میں اقبال، جوش ملیح آبادی، فیض احمد فیض، ناصر کاظمی، فراق، ظفر اقبال، خورشید اور نذیر قیصر ہیں۔ ان سب شعراء کے ہاں تخلیقی عمل میں ایک انوکھی صورت نظر آتی ہے۔ جو شیریں اظہار کو حسن عطا کرتی ہے اور اسے معنی کے لحاظ سے دلکش بنا دیتی ہے۔ نذیر قیصر کی شاعری فطرت اور مظاہر فطت کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں متاثر کرنے والی بہت سی علامات ہیں جن کا یہ استعمال کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں دلکشی اور تازگی کا سبب یہ ہے کہ وہ سہانے موسموں اور نوخیز عشق کو حیرت انگیز اور اس کی حشر سامانیوں کے ساتھ ساتھ قدرت کی طرف سے پیدا کیے گئے جتنے بھی مظاہر فطرت ہیں ان کو اپنے موضوع کا حصہ بناتے ہیں۔

یہ بات بالکل سچ ہے کہ نذیر قیصر کا شمار جدید شعرا میں ہوتا ہے۔ ہمارے باقی شعراء کے ہاں صرف محبوب عاشق اور رقیب کو ہی اہمیت حاصل رہی ہے۔ ہماری اردو غزل ابھی تین کرداروں کے گرد گھومتی تھی لیکن نذیر قیصر نے عاشق محبوب رقیب کے تصور کو ہی ختم کر دیا اور اپنا نیا موضوع متعارف کروایا۔ مظاہر فطرت کے حسن اور اس کی خوبصورتی کو جس طرح انہوں نے مظاہرے فطرت کو واضح کیا ہے کسی دوسرے شاعر کے بس کی بات نہیں۔

شاخوں میں سبز کونپل ندی میں پیلا ماہتاب　　　رات کی نرم سے پر جاگ رہے ہیں کتنے خواب (۱۲)

شاخوں میں سبز کونپلوں کا نکلنا اور ندی میں ماہتاب کا نظر آنا فطرت کی خوبصورتی اور اس کے حسن کو بھرپور ظاہر کرتا ہے۔ جس میں قدرت اپنے حسن کو نکھارتی نظر آتی ہے اور نذیر قیصر نے اس حسن اور اس کی خوبصورتی کو شعر کی صورت میں قید کر لیا ہے۔ جب خزاں کے بعد باہر کا موسم آتا ہے تو درختوں کے پرانے پتے جھڑ کر نئے نکلتے ہیں تو یہ فطرت اور مناظر فطرت کی عکاسی ہے۔ اس کی خوبصورتی کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ رات کی نرم سیج پر جاگ رہے ہیں کتنے خواب اس میں روحانی انداز واضح دکھائی دیتا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ان کی شاعری رومانی کیفیت سے شروع ہو کر رومانی کیفیت پر اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔ اردو ادب میں ان کی شاعری کا کسی گوہر نایاب سے کم نہیں جتنی خوبصورتی اور حسن ان کے ہاں پایا جاتا ہے۔ کسی دوسرے شاعر کے ہاں نہیں ان کے ان کا انداز بیان سادہ اور عام فہم ہے۔ جدید شاعری کے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

بنیادی علمبرداروں میں سے ایک ہیں۔ ان کی شاعری میں شدت احساس بھی بہت پایا جاتا ہے۔ ان کا انداز بیان سب سے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ نئی نئی سوغات ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے جو شیری جہاں آباد کرنے کی کوشش کی ہے کبھی رائیگاں نہیں جائے گی۔

؎ خوشبو کی طرح تھام کے چلیے ہوا کا ہاتھ　　　　مثل غبار بوجھ فضا پر نہ ڈالیے (۱۳)

اس شعر میں فطرت اور مظاہر فطرت کو حسین پیرائے میں خوشبو کی طرح تھام کے چلیے ہوا کا ہاتھ کہ جس طرح خوشبو ہوا کے لیے لازم ہے اور ایک حسی تجربہ بیان ہوا ہے۔ مثل غبار بوجھ فضا پر نہ ڈالیے ہمیں غبار کی طرح فضا پر بوجھ نہیں بنانا چاہیے۔ جس طرح ہمارے ہاتھ ہوا کو محسوس کر سکتے ہیں پکڑ نہیں سکتے بالکل اسی طرح ہمیں اپنی زندگی کو مشکل نہیں بنانا چاہیے بلکہ زندگی کو آسانی سے چلنا چاہیے۔ خوشبو ہوا کا چلنا مظاہر فطرت میں سے ایک ہیں جو کہ کائنات کو آباد کیے ہوئے ہیں۔ اس شعر کے ذریعے مظاہر فطرت کے ساتھ ساتھ حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ غبار کی تشبیہ دے کر سمجھایا گیا ہے کہ آلودہ غبار ہمیشہ وہ آلودہ کرنے ساتھ اس پر بوجھ ڈالتا ہے۔ بالکل بھی کسی پر بوجھ نہیں بننا بلکہ خوشبو کی طرح ہوا کا ہاتھ تھام کر چلنا ہے۔

؎ بارش ہوئی تو بیٹھ گئے گرد کی طرح　　　　آندھی چلی تو مثل شجر سرا سر لیے (۱۴)

بارش ہوئی تو بیٹھ گئے گرد کی طرح جیسے بارش آسمان سے برستی اور زمین پر گرتی ہے تو جس طرح گرد زمین پر جم جاتا ہے ہم بھی جم جاتے ہیں اور پھر جب تیز ہوا چلتی ہے تو شجر کی طرح سر سرا آنے لگتے ہیں۔ نذیر قیصر کا یہ وصف ہے فطرت نگاری کے ساتھ ساتھ وہ تشبیہات یعنی کہ تنقید کی زبان میں جسے ہم امیجری کہتے ہیں۔ اس کا بخوبی استعمال کرتے ہیں۔ جب دکھوں مصیبتوں کی ہوا چلتی ہے تو بندہ گرد کی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ زندگی کے غم اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں لیکن جب زندگی کا رخ تبدیل ہوتا ہے بہار کی اندھی چلتی ہے۔ اسے تشبیہ دے کر واضح کیا ہے کہ جس طرح اندھی کے چلنے پر شجر کھل اٹھتا ہے جو پہلے خاموش تھا آندھی کے چلنے سے اس کی ڈالیاں ہوا میں مس ہو جاتی ہیں۔ دراصل یہ مظاہر فطرت کو ہی ظاہر کرتا ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

؎ جنگل کا وہ سفر بھی مبارک ہوا مجھے جب چل رہا تھا میرا خدا میرے سامنے (۱۵)

نذیر قیصر نے بہت خوبصورت انتخاب کیا ہے۔ ان کے الفاظ کا چنا ایک الگ مقام رکھتا ہے۔ جنگل کا وہ سفر بھی مبارک ہوا مجھے کہ جب میں چل رہا تھا تو میرا خدا میرے ساتھ تھا۔ جنگل مظہر ہے۔ جب میں اکیلا تھا بے یارو مددگار تھا تنہائی کا سفر کاٹ رہا تھا تو اس وقت یہ ہوا میرا خدا اس کائنات کا بنانے والا مظاہر فطرت کا بنانے والا میرے روبرو تھا۔ جب ہم تنہا ہوتے کوئی نہیں ہوتا مشکل وقت میں ہوتے ساتھ ہمارے تو اس وقت بھی اگر دیکھنے والی آنکھ اور سننے والا دل ہو تو اس وقت بھی اس کائنات کا خالق ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔ دنیا کے تمام رشتے ہمیں چھوڑ دیں لیکن وہ واحد ذات ہے جو ہر اچھے برے وقت میں ہمارے ساتھ ہوتی ہے۔

؎ زرد شاخوں میں نئی کونپلیں لکھنے والے پیڑ سے ٹوٹتے پتوں کا بھی نوحہ لکھ دے (۱۶)

یہ شعر مظاہر فطرت اور اس کے حسن و جمال کے کو بیان کرتا ہے۔ زرد شاخوں میں نئی کونپلوں کو لکھنے والے پیڑ کو زندگی کی نمایاں مثال کہا گیا ہے۔ جو موسم کی تبدیلیوں کا اظہار کرتا ہے۔ جو پیڑ سے پتے ٹوٹتے ہیں تو اس کا دکھ لکھنا ایک بہترین عمل ہے۔ جب پیڑ کی شاخیں زرد ہو جاتی ہیں تو بہار کا انتظار کرتی ہیں کہ کب بہار آئے اور وہ سب شاداب ہو جائیں۔ ہرے بھرے نظر آئیں لیکن جب پیڑ سے پتے ٹوٹتے ہیں تو وہ بالکل خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں تو ان کا دکھ لکھنا ہی قدرت اور مظاہر قدرت کی بہترین مثال ہے۔ درخت کا پوداوجود اس کی ٹہنیوں اور پتوں سے ہے اگر وہ نہ بھی رہیں تو اس کا وجود باقی نہیں رہتا اور اسی چیز اور دکھ کو نذیر قیصر نے فطرت کے رنگ میں انہی اپنے لفظوں میں قید کر لیا ہے۔

؎ اونچا ٹیلا، ڈھلتا سورج، سرد ہوا میں نے شام کی چپ میں اس کو چوم لیا (۱۷)

اونچا ٹیلا ڈھلتا سورج سرد ہوا یہ سب مظاہر فطرت کے ہی عکاس ہیں جو کہ فطرت کی جز قدرت کی خوبصورتی کو عیاں کرتے نظر آتے ہیں۔ میں نے شام کی چپ میں اس کو چوم لیا اس مصرے میں رومانوی احساس نظر آتا ہے۔ احساسات اور جذبات کو واضح کیا ہے۔ شام کا لفظ بطور علامت استعمال ہوا ہے۔ شام کا چپ ہونا بطور علامت سے مظاہر فطرت کی

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

موجودگی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے رومانوی خیال اور احساس کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ ٹیلا سورج اور ہوا کے ذریعے قدرتی مناظر کو واضح کیا ہے۔ اس کا حسن اور جلوہ دیکھا گیا ہے۔ انسانی حسن اور قدرت کی خوبصورتی اور احساس کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ شام کی چپ میں اس کو چوم لیا یہ واضح کرتا ہے محبت کو احساس کو رومانوی خیال اس کے حسن کو یہ شاعر کا بنیادی خاصہ ہے کہ وہ مظاہر فطرت کے جمال کو رومانوی انداز میں بیان کرتا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو انسان صرف جب جبلتوں کا پیروکار یا ماننے والا نہیں بلکہ وہ ان کی کانٹ چھانٹ کرنے والا اور ان کا پیکر تراش بھی ہے۔ وہ اپنے جذبات، خیالات، احساسات اورآرزوؤں کو ان سے باہر نکل کر تراشتا ہے۔ وہ جنگلوں کو تراش کر باغ بنا دیتا ہے۔ ان کی غزلیات میں شامل فطری عناصر دراصل قدرت اور قدرتی عوامل سے محبت کا اظہار ہے۔ ان کے نزدیک فطرت نگاری قدرتی ہے۔ جو شاعر کے سامنے ایک خاص مواد کی طرح موجود ہے۔ جس سے شاعر اپنے کلام میں جمالیاتی عنصر پیدا کرتا ہے۔ ان کی جمالیات کا اگر باریک بینی سے متعلق کیا جائے تو خدا ایک رومانوی عنصر کی طرح فطرت کی تمام تر اشیاء میں موجود نظر آتا ہے۔ جس کا لمس شاعر نے اپنے حساسیت سے محسوس کیا ہے اور اسی لمحے کی خوبصورتی کو اس نے اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔ نذیر قیصر کا کہنا ہے کہ فطرت کے اس احساس کو ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور نہ ہی ہر شخص وہ شاعر اسے محسوس کر سکتا ہے۔ یہ ملکہ معدودے چند کے حصے میں آتا ہے۔ بقول نذیر قیصر:

> "ہر منظر ہر آنکھ پر نہیں کھلتا مناظر آنکھوں کی وسعت گہرائی اور کشادگی کے مطابق ان پر آشکار ہوتے ہیں۔ باہر بھی دریا اسی کو نظر آتا ہے جس کے اندر دریا ہوتا ہے جیسے آپ ہوتے ہیں آپ پر ویسا ہی دروازہ کھل جاتا ہے"(۱۸)

نذیر قیصر کے یہ جملے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے کہ کائنات کے مظاہر فطرت کو ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا اور اگر مظاہر فطرت کو دیکھ بھی لیں تو ان کے پاس دیکھنے والی آنکھ نہیں ہوتی۔ جس کا وہ استعمال کر کے مناظر کو دیکھ سکے۔ مظاہر فطرت

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اس کا حسن وہی دیکھ سکتا ہے جو خود حسین ہو اور اس کی گہرائی محبت ہو۔ مظاہر فطرت سے کیونکہ جس طرح وہ مظاہر فطرت کو دیکھے گا اسے محسوس بھی ویسا ہو گا۔

خدا اتنا پرانا ہو گیا ہے　　　خدا سے دوستانہ ہو گیا ہے

میری صورت میں ساری صورتیں ہیں　　　جہاں آئینہ خانہ ہو گیا ہے (۱۹)

نذیر قیصر کا خدا خوبصورت اور دوست دار ہے۔ جو اس جہانِ رنگ و بو، کیف و کم میں ہمہ وقت خوبصورتیوں کا اضافہ کیے دیتا ہے اور ان خوبصورتیوں کا بیان چاہتا ہے، انہی کو پسند کرتا ہے اور یہ تمام تر خوبصورتی فطرت سے ہیں اور فطرت کو پسند کرنے والا ہی دراصل سچا اور خوبصورت نفس ہے۔ نذیر قیصر رومان پرور شاعر ہے۔ جس کے تمام عنوان بھی پہلو فطرت سے جڑے ہوئے ہیں اور وہ اسے اپنا امتیاز سمجھتا ہے۔ یہاں آکر محسوس ہوتا ہے کہ نذیر قیصر دراصل انگریزی ادب کے گہرے شناسا ہیں۔ ان کی شاعری ورڈز ورتھ کی طرح زندگی کی سادگی اور فطرت کا بیانیہ ہے۔ جو مادہ کی زندگی سے دور سبزہ، ہریالی، باغ، گل، گلزار، ہوا، سمندر، آسمان اور ان کے تلازمات پر مبنی ایک محبت نامہ ہے۔ جو قاری کو جذبات کی پوری پوری تسکین کرتا ہے۔

ننگے پاؤں تھا دو پہر کا چاند　　　راستہ چاندنی کے دھول ہوا (۲۰)

پہلی جنبش ہوئی تھی پانی میں　　　آسماں خاک سے جدا ہوا تھا (۲۱)

پانی، آسمان، خاک اپنی اصل میں مظاہر فطرت ہیں۔ زیر نظر شعر میں شاعر نے کائنات کی آفرینش کے فلسفے کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ قدرت کے حسین مظاہر میں کائنات کی تخلیق مٹی اور پانی سے ہوئی۔ شاعر کے نزدیک ہر شے اپنی اصلی ہے اصل میں فطرت ہے اور پہلا فطرت نگار خالق ہے اور تمام تر فطری عناصر اس کی ذات سے نمو حاصل کرتے ہوئے اپنی انفرادی شناخت قائم کر رہے ہیں۔ دراصل وہ چاہتا ہے کہ ہر شے انفرادی شناخت قائم کرے اور ہر شناخت کا پس منظر خاک ہے اور یہ خاک اصل میں آسمان کا جز ہے۔ جیسے آفرینش کے وقت آسمان یعنی فطرت یا قدرت سے جدا کیا گیا۔ آسمان یہاں قدرت بھی بظاہر فطرت کا مظہر ہے اور یہ شعر وحدت الوجود کے نظریے کو بیان کرتا ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

؎ ٹینک گزرے تھے سبزہ گل سے　　　باغ میں راستہ بنا ہوا تھا[۲۲]

درج بالا شعر میں شاعر نے انسانی ترقی اور مشینوں کے استعمال سے فطری خوبصورتیوں کے نقصان کا اظہار کیا ہے۔ عصر حاضر میں مشینوں اور دیگر جنگی الاتوں سے ہونے والی تباہ کاریوں کا بیان بڑے مدھم مگر کاٹ دار لہجے میں کیا ہے۔ نذیر قیصر خالق سے محبت کا اظہار مخلوق سے حسن و سلوک اور وفاداری کے ساتھ کرتا ہے۔ نذیر قیصر کے ہاں تمام جان اور بے جان اشیاء مخلوق ہیں جس کا وہ درد محسوس کرتا ہے۔ بس اسی سبب سے وہ باغ سے راستہ نہیں چاہتا اور سبزہ و گل کی ہریالی کو مشینی عہد سے نقصان ہو رہا ہے۔ اس کا نوحہ خواں ہے وہ محبت کا حسن فطرت کا پیغمبر ہے اور امن کا داعی ہے۔

اس مقالے کی تفصیلی بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ فطرت نگاری کو محض مناظرِ قدرت کی جمالیاتی تشکیل تک محدود کرنا علمی و تنقیدی اعتبار سے ایک اختزالی (reductionist) رویہ ہوگا۔ درحقیقت فطرت نگاری ایک ہمہ گیر ادبی ڈسکورس ہے جو حقیقت نگاری، معروضیت، وجودی شعور، انسانی جبلتوں کی تہہ داری اور تہذیبی تشکیل کے باہمی رشتوں کو منکشف کرتا ہے۔ انیسویں صدی کے فرانسیسی ناول میں ایملی زولا کے تجرباتی تصورِ ادب سے جنم لینے والا یہ رجحان اردو میں سر سید احمد خان اور مولانا حالی کے فکری تناظر میں ایک اصلاحی اور اخلاقی جہت اختیار کرتا ہے، جہاں شاعری کو تصنع، تقلید اور مروجہ استعاراتی جمود سے نکال کر تجربۂ حیات، مشاہدۂ کائنات اور زبان و معنی کی فطری ہم آہنگی سے جوڑا گیا۔ اردو غزل کی کلاسیکی روایت میں فطرت علامت اور تلمیح کی سطح پر جلوہ گر تھی، مگر جدیدیت کے ساتھ یہی فطرت داخلی کرب، سماجی بے معنویت، روحانی تشنگی اور ماحولیاتی اضطراب کی علامتی تشکیل میں ڈھل جاتی ہے۔

اس فکری تسلسل میں نذیر قیصر کی شاعری ایک نمایاں جمالیاتی اور نظریاتی موڑ کی حیثیت رکھتی ہے، جہاں فطرت محض خارجی شے نہیں رہتی بلکہ ایک semiotic system کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو معنی کی تشکیل، شعری تجربے کی تنظیم اور قاری کے ادراک کی سمت متعین کرتی ہے۔ ان کے ہاں مظاہرِ فطرت رومانوی حسیت، صوفیانہ تصورِ وحدت، اور جدید انسان کے وجودی سوالات کے ساتھ ایک مکالماتی رشتہ قائم کرتے ہیں، جس سے شاعری محض اظہار نہیں بلکہ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

epistemological inquiry میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یوں نذیر قیصر فطرت نگاری کو ایک ایسے جمالیاتی شعور میں ڈھالتے ہیں جو سرمایہ دارانہ مادیت، تہذیبی بیگانگی اور میکانکی زندگی کے مقابل ایک اخلاقی اور روحانی متبادل پیش کرتا ہے۔

چنانچہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ فطرت نگاری اردو ادب میں صرف ایک فنی اسلوب یا موضوعاتی رجحان نہیں بلکہ ایک فکری تشکیل (intellectual formation) اور تہذیبی موقف (civilizational stance) کی حیثیت رکھتی ہے، جو انسان اور کائنات کے باہمی رشتے کو نئے سرے سے معنویت عطا کرتی ہے۔ نذیر قیصر کی شاعری اس روایت کی جدید ترین اور بامعنی توسیع ہے، جو اردو غزل کو محض عشقیہ بیانیے سے نکال کر کائناتی شعور، اخلاقی ذمہ داری اور روحانی خود آگہی کی طرف منتقل کرتی ہے، اور اسی اعتبار سے وہ معاصر اردو شاعری میں فطرت نگاری کے ایک نہایت اہم اور معتبر نمائندہ قرار پاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر سید راس مسعود (مرتب): "خطوط سرسید" نظامی پریس، بدایوں، بھارت، ۱۹۳۶ء، ص ۲۲

۲۔ الطاف حسین حالی: "مقدمہ شعر و شاعری" خزینہ علم و ادب، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۸۲۔۸۳

۳۔ امداد امام اثر: "کاشف الحقائق" مکتبہ معین الادب، لاہور، ۱۹۵۶ء، ص ۷۱۔۷۲

۴۔ انٹرویو، نذیر قیصر، از راقم، فیصل آباد، ۵ جولائی ۲۰۲۴ء

۵۔ جیم۔ف۔ غوری: "نذیر قیصر ایک عہد ساز شاعر" شہر ادب، لاہور، ۲۰۲۳ء، ص ۲۴

۶۔ ڈاکٹر عظمیٰ سلیم: (مضمون) "نذیر قیصر کا جہان فطرت" مشمولہ "ایک عہد ساز شاعر" مرتبہ جیم ف غوری، شہر ادب، لاہور، ۲۰۲۳ء، ص ۱۱۸۔۱۱۹

۷۔ نذیر قیصر: "آنکھیں، چہرہ، ہاتھ" مکتبہ کائنات، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۲۵

۸۔ ایضاً، ص ۳۰

۹۔ ایضاً، ص ۳۱

۱۰۔ اسامہ امیر (مرتب): "تمھارے شہر کا موسم" رنگ ادب پبلیکیشنز، کراچی، ۲۰۱۸ء، ص ۲۷

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۹

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

۱۲۔ نذیر قیصر: "تمھارے شہر کا موسم" رنگ ادب پبلیکیشنز، کراچی، ۲۰۱۸ء، ص ص ۲۲

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۳۲

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۴

۱۶۔ ایضاً، ص ۳۸

۱۷۔ ایضاً، ص ۹

۱۸۔ نذیر قیصر، از راقم، ۵ جولائی ۲۰۲۵ء

۱۹۔ نذیر قیصر: "دوپہر کا چاند" ٹیلنس بکس ہوم، لاہور، ۲۰۲۴ء، ص ۱۰

۲۰۔ ایضاً، ص ۴۷

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۷

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۶

Roman Hawalayaat

1. .Masood, Syed Ras (Murattib). Khutoot-e-Sir Syed. Badaiyu: Nizami Press, 1936, p. 22
2. .Hali, Altaf Hussain. Muqaddama-e-Sher-o-Sha'iri. Lahore: Khazina-e-Ilm-o-Adab, 2001, pp. 82–83
3. .Asar, Imdad Imam. Kashif-ul-Haqaaiq. Lahore: Maktaba Moeen-ul-Adab, 1956, pp. 71–72
4. .Qaisar, Nazir. Interview by author. Faisalabad, 5 July 2024
5. .Ghauri, James F. Nazir Qaisar: Aik 'Ahd-Saaz Sha'ir. Lahore: Shehr-e-Adab, 2023, p. 24
6. Saleem, Uzma. "Nazir Qaisar ka Jahan-e-Fitrat." In Nazir Qaisar: Aik 'Ahd-Saaz Sha'ir, edited by James F. Ghauri, .Lahore: Shehr-e-Adab, 2023, pp. 118–119
7. .Qaisar, Nazir. Aankhein, Chehra, Haath. Lahore: Maktaba Kainaat, 1969, p. 25
8. .Ibid., p. 30
9. .Ibid., p. 31
10. .Ameer, Osama (Murattib). Tumhare Shehar ka Mausam. Karachi: Rang-e-Adab Publications, 2018, p. 27
11. .Ibid., p. 29
12. .Qaisar, Nazir. Tumhare Shehar ka Mausam. Karachi: Rang-e-Adab Publications, 2018, p. 22

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

13. .Ibid., p. 31

14. .Ibid., p. 32

15. .Ibid., p. 34

16. .Ibid., p. 38

17. .Ibid., p. 9

18. .Qaisar, Nazir. Personal communication with author, 5 July 2025

19. .Qaisar, Nazir. Dopahar ka Chaand. Lahore: Talents Books Home, 2024, p. 10

20. .Ibid., p. 47

21. .Ibid., p. 17

22. .Ibid., p. 26